مسلم حکمرانوں کی مذہبی رواداری کا تاریخی جائزہ

ڈاکٹر محمد علی*

One of the Major objections which are attached with Islamic society and Islam is is that there is no tolerance in Islamic society. Although the history tells us that from the rain of sahabas to sulateen-e-Dehlee all the heads of the Islamic states always nurtured tolerance. There is no example like it in the history of the world about the muslim dealings tolerance and liberty of religion with the non belivers .

اسلامی معاشرے کی بنیاد ان الہامی تصورات وسماوی احکامات پر ہے جو قرآن وسنت کی صورت میں مکہ کی شہری ریاست اور مدینہ کی نظریاتی ریاست میں عملی طور پر موجود تھے۔ قرآن کا نظریہ حیات جس مقصدِ حیات کو فلاح انسانیت کا باعث قرار دیتا ہے۔ اس کی عملی صورت ریاستِ مدینہ کے امور مملکت میں عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نظر آتی ہے۔ یہی وہ نظم مملکت تھا جس کی بنیاد خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی اور بعد قصر اسلامی کی تشکیل وتعمیر میں خلفاء راشدین نے منہج نبوی سے راہنمائی لی اور خلفاء راشدین کا طرز حکومت اور ریاستی اتھارٹی استحکام ریاست، اقوام وملل کے درمیان رواداری، امن عالم اور فلاح انسانیت کے حصول کو اپنا بنیادی نصب العین اور ریاست کا بنیادی مقصد قرار دیا۔ خلافت راشدہ کے بعد مختلف حکومتوں نے رواداری، احترامِ آدمیت، ذمیوں کے بنیادی حقوق اور معاشرتی وقانونی مساوات کو ترجیحاً ریاستی امور میں نمایاں حیثیت دی ہے۔ مستند تاریخی دستاویزات اور جائزے اس سلسلے میں تاریخ کے طالب علم کی راہنمائی کرتے ہیں کہ علم حکمرانوں نے ہمیشہ انفرادی اور اجتماعی سطح پر معاہد اقوام، غیر مسلم رعایا، محکوم قبائل اور ذمیوں کے ساتھ مذہبی رواداری اور احترام انسانیت کی پاسداری سے کبھی بھی غافل نہ ہوتے بنوامیہ، بنوعباس، سلاطین ترک، سلاطین دھلی کے علاوہ افریقہ واشیاء کے مسلم حکمرانوں نے مذہبی رواداری کے فروغ کے لیے وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیے جس کی تعریف غیر مسلم مؤرخین بھی کرتے ہیں۔

آج مادی ترقی کی کوکھ میں امن عالم کا حصول ناممکن ہے۔ اقوام اور ملل کے درمیان مذہبی رواداری کو فروغ دیا جائے۔ اسلامی تاریخ سے نظائر سے راہنمائی حاصل کی جائے تو عالمی امن اور عالمی استحکام کا حصول ممکن ہوسکتا ہے۔ زیر بحث موضوع کی اہمیت کے پیش نظر مختلف مسلمان حکمرانوں اور مسلم حکومتوں کے عہد میں

* اسسٹنٹ پروفیسر/ چیئرمین، شعبہ علومِ اسلامیہ، گورنمنٹ کالج گلبرگ، لاہور۔

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

غیر مسلموں کے ساتھ روا رکھا جانے والا حسن سلوک کو تاریخی حقائق کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے عہد بنو امیہ باوجود خلافت سے ملوکیت کی طرف منتقل ہونے کے اموی حکمران مذہبی رواداری کے حوالے سے فقید المثال کارناموں کے حامل ہیں۔

عہدِ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

عہدِ رسالت اور عہدِ خلفاء راشدین میں ذمیوں کے حقوق کی حفاظت کے ساتھ ساتھ دیگر ملحقہ قبائل اور اقوام سے خوشگوار تعلقات کا بڑا ہی خیال رکھا گیا۔اسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی اس امر کا خاص اہتمام کیا گیا، اسلامی حکومت کے تحت غیر مسلموں کو مکمل آزادی حاصل تھی ان کی عبادت گاہوں سے کوئی تعرض نہ کیا گیا۔

سابقہ خلفاء کی بہ نسبت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو دیگر غیر مسلم اقوام سے کافی واسطہ پڑا خاص کر عیسائیوں سے۔آپؓ نہ صرف خود معاہدہ کے پابند تھے بلکہ آپؓ کے عمال بھی معاہدہ کی پابندی کرتے تھے۔

اس سلسلہ میں مشہور مؤرخ فلپ کے ہٹی نے تاریخ شام میں کافی واقعات نقل کیے ہیں جن سے مسلمانوں کی دیگر اقوام سے رواداری، حسن معاشرت اور ہمسایہ اقوام کے بنیادی حقوق کے تحفظ کی وضاحت ہوتی ہے۔ان میں سے ایک واقعہ یہ تحریر کیا ہے:

> ''ایک مسجد جو عہد عمر فاروقؓ میں یوحنا کے گرجے کے ساتھ تعمیر کی گئی تھی حضرت معاویہؓ کے دور میں اسے وسیع کرنے کی غرض سے گرجا کی زمین اس میں شامل کرنا چاہی لیکن عیسائیوں کی عدم رضامندی کی وجہ سے آپؓ نے ارادہ ترک کر دیا۔''[۱]

اس واقعہ سے مسلمانوں کی رواداری اور عیسائیوں سے خوشگوار تعلقات قائم رکھنے کی وضاحت ہوتی ہے کہ مسجد کی ضرورت کو اس لیے پورا نہ کیا گیا کہ عیسائیوں کی عبادت گاہ کے حقوق متاثر ہوتے تھے اور عیسائیوں نے اس پر رضامندی ظاہر نہ کی تھی۔حالانکہ عیسائی اس وقت مسلمانوں کے محکوم قوم تھے لیکن آپؓ نے بلاتفریق مذہب کے رعایا اور محکوم قوم کی اجازت کے بغیر گرجے کی زمین بھی مسجد میں شامل نہ کی۔

اسی طرح کے کافی واقعات ہیں جن کے متعلق تاریخ شہادت دیتی ہے کہ مسلم حکمرانوں نے اپنے معاہدین ہمسایہ اور رعایا کے ساتھ بلاتفریق مذہب و قوم حسن سلوک کا مظاہرہ کیا۔

آپؓ کے عمال میں سے گورنر مصر سیدنا عقبہ بن نافع فہری کو زمین کی ضرورت پیش آئی تو سیدنا معاویہؓ کی اجازت سے ایک سادہ سی زمین جو کسی کے قبضہ میں نہ تھی منتخب کر لی۔ان کے ملازم نے کہا کہ عمدہ قطعہ زمین

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

پسند کیجیے تو جواب میں کہا، یہ نہیں ہوسکتا ذمیوں سے جو معاہدہ ہوا ہے اس میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ ان کی زمین ان کے قبضہ سے نہ نکالی جائے۔

مسلمان حکمرانوں کے دیگر اقوام وقبائل سے حسن سلوک اور معاہدوں کا احترام کا ہی لازمی نتیجہ تھا کہ غیر مسلم رعایا اور ملحقہ ریاستوں کے حکمران وقبائل کے رؤسا مسلمانوں پر بے حد اعتماد کرتے تھے، غیر مسلم رعایا اپنے غیر مذہب حکمرانوں کو اپنے حقوق کا محافظ سمجھ کر اپنے مذہبی تنازعات کے لیے انھی کی طرف رجوع کرتے تھے۔

> ''مارونی اور یعقوبی قبائل جو شہرت کے حامل ہیں اپنے مذہبی رہنماؤں کی بجائے اپنے مذہبی تنازعات اکثر و بیشتر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کرواتے تھے۔''۲

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر ان کا اعتبار بے جا نہ تھا کیونکہ ایک مسلم حکمران کی حیثیت سے آپؓ کی شہرت اس امر کی متقاضی تھی کہ مذہبی معاملات جیسے حساس امور میں بھی ان پر اعتبار کیا جاسکتا تھا۔۳

جس طرح غیر مسلم رعایا مسلمانوں پر اندھا دھند اعتماد کرتے تھے اسی طرح مسلم حکمرانوں نے بھی غیر مسلموں کو اعتماد کی بنیاد پر عہدے بھی دیے۔ چنانچہ غیر مسلموں کو فوج میں بھرتی تو دور فاروقی سے ہی کیا جاتا تھا تاہم انھیں کوئی ذمہ دار عہدہ نہیں دیا جاتا تھا کیونکہ اس زمانہ میں انھوں نے اتنا اعتبار پیدا نہیں کیا تھا۔ اس لیے ذمہ دار عہدوں پر ان کا تقرر نہیں کیا جاتا تھا۔ تاہم سیدنا امیر معاویہؓ کے دور میں متعدد غیر مسلم بھی ذمہ دار عہدوں پر تعینات کیے گئے۔

اسلامی مملکت کے حکمرانوں کی غایت درجہ کی مذہبی رواداری کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ مسلمانوں نے ہمیشہ اہل ترین افراد کا انتخاب کیا اور مذہب وعقیدہ کا لحاظ نہیں رکھا۔ چنانچہ......سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے منصور بن سرجون نامی عیسائی کو مالی انتظامات کے لیے مقرر کیا ایک مسیحی طبیب ابن اثال کو ذاتی معالج کی حیثیت دی اور اپنا مترجم بھی بنایا۔

عہدِ امیر معاویہؓ میں اس قسم کے دیگر واقعات، نظائر وامثلہ ماخذ میں بکثرت موجود ہیں جن سے ان کی غیر مسلم اقوام سے تعلقات، رواداری اور حسن سلوک کی عکاسی ہوتی ہے۔ مندرجہ بالا اقتباسات سے بھی واضح ہوتا ہے کہ معاہد اقوام اور ذمیوں اور غیر مسلم معاہدین سے امن پسندانہ پالیسی اختیار کی گئی اور ان کے بنیادی انسانی حقوق کی ضمانت دی گئی ہے جو مسلم حکمرانوں کی فیاضانہ برتاؤں کی عمدہ مثالیں ہیں۔

مروان بن حکم (۵۴ہجری-۶۵ہجری)

مروان بن حکم کے دور میں بھی عیسائیوں کو مختلف عہدے دیے جاتے تھے اس سلسلہ میں تاریخ شہادت دیتی ہے کہ:

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

''مروان بن حکم نے ایک عیسائی اتاناسیوس کو ایک دوسرے عیسائی کے ساتھ جس کا نام اسحاق تھا، مصر میں حکومت کے بعض عہدوں پر مقرر کیا بعد میں وہ ترقی کرتے کرتے رئیس الدیوان کے اونچے عہدے پر فائز ہوگیا اور باغات کا مالک ہوگیا اس کے پاس جس قدر سونا تھا کہ اس کا تو کوئی حساب ہی نہ تھا اس نے الرھا میں ایک کنیسہ تعمیر کرایا یہ کنیسہ ان چار سو دکانوں کے کرایہ سے تعمیر کرایا جن کا وہ مالک تھا۔''[۴]

عبدالملک بن مروان ۵۶ تا ۸۶ ہجری

عبدالملک نے اپنے دور حکومت میں ایک عیسائی عالم اتاناسیوس کی شہرت سن کر اپنے چھوٹے بھائی عبدالعزیز بن مروان کی تعلیم وتربیت کا کام اس کے سپرد کیا یہی عبدالعزیز مصر کے گورنر بنے (اوران کے بیٹے عمر بن عبدالعزیز) تو ان کا عیسائی استاد بھی شاگردوں کے ہمراہ مصر چلا گیا۔[۵]

عہد اموی میں گرجوں کی تعمیر

بنوامیہ کے دور کے نئے گرجوں کی تعمیر کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں جن کا کتب تاریخ میں ذکر ملتا ہے۔ عبدالملک کے عہد خلافت میں شہر الرھا (اڑیسہ) کے ایک دولت مند نصرانی نے جس کا نام اتاناسیوس تھا اپنے آبائی شہر میں ایک نفیس گرجا حضرت مریمؑ کے نام سے تعمیر کروایا اور اصطباغ دینے کے لیے علیحدہ عمارت بنائی، اس میں حضرت مسیح علیہ السلام کی تصویر رکھی جس کے متعلق مشہور تھا کہ وہ شاہ ابجر کو بھیجی گئی تھی اس نے فسطاط میں دو عظیم گرجے بنائے اور مصر کے دوسرے شہروں میں گرجے اور راہبوں کے لیے خانقاہیں تعمیر کیں۔

عبدالعزیز بن مروان والی مصر کی ملازمت میں چند عیسائی حاجب تھے انھوں نے اسلامی حکومت کی اجازت سے شہر حلوان میں ایک گرجا قدیس یوحنا کے نام سے تعمیر کیا حالانکہ اس شہر کی بنیاد مسلمانوں نے ڈالی تھی۔ ۷۱ء میں یعقوبی فرقہ کا ایک گرجا شہر انطاکیہ میں خلیفہ الولید کے حکم سے تعمیر ہوا، یزید ثانی کے عہد حکومت میں انطاکیہ کا یعقوبی اسقف ''مارلیاس'' بہت سے پادریوں اور راہبوں کے ساتھ بڑے وقار اور تمکنت کے ساتھ انطاکیہ میں داخل ہوا اور ایک نئے گرجے کا افتتاح کیا جو اس نے وہاں بنوایا تھا، اگلے روز اس نے ضلع انطاکیہ کے ایک گاؤں سرمدہ میں ایک اور گرجے کا افتتاح کیا۔[۶]

اموی دور میں عیسائی گرجوں کی تعمیر سے امویوں کی مذہبی آزادی کی عکاسی ہوتی ہے جو انھوں نے عیسائیوں کو دے رکھی تھی یعنی ان کی جان ومال کے تحفظ کے ساتھ ساتھ ان کی مذہبی آزادی کو بھی مجروح نہیں کیا

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

گیا۔

ولید بن عبد الملک ۸۶تا۹۶ ہجری

اندلس کے اہل کتاب سے تعلقات:

اندلس جنوب مغربی یورپ کے آخری سرے کا وہ جزیرہ نما ہے جس میں آج کل اسپین اور پرتگال کے نام سے دو جداگانہ ملک جداگانہ سلطنتوں کے ساتھ واقع ہیں۔

مسلمانوں کے داخلہ کے وقت اندلس میں صرف دو مذہب عیسائیت اور یہودیت قائم تھے۔ البتہ جنوبی فرانس میں بت پرستی کا رواج تھا۔ اسپین کے عیسائیوں اور یہودیوں میں تعلقات خوشگوار نہ تھے حالانکہ اندلس یہودیوں کے وجود سے خالی نہ تھا لیکن انھیں حکمران قوم کی حیثیت حاصل نہ تھی تاہم اپنی دولت وثروت کے اعتبار سے وہ لوگ اس ملک میں نمایاں اثر ونفوذ رکھتے تھے۔ ۷

عبد العزیز بن موسیٰ

اندلس کا پہلا ایسا حکمران ہے جس کے دور حکومت میں بین الاقوامی تعلقات نہ صرف خوشگوار رہے بلکہ انھوں نے غیر مسلم اقوام خصوصاً یہودیوں اور عیسائیوں کو اتنی مراعات دیں کہ ان سے پہلے کسی حکمران نے نہیں دی تھیں۔ یہ دور یہود ونصاریٰ کے لیے مکمل آزادی کا دور کہا جا سکتا ہے۔ مولانا ندویؒ لکھتے ہیں:

> ”عبد العزیز بن موسیٰ اندلس کا وہ پہلا حکمران ہے جس نے یہاں کے اسلامی دور میں کشوری نظام کی بنیاد ڈالی، لڑائیوں کے ہیبت ناک اثرات کو دور کیا، ملک میں امن، سکون اور اطمینان کے لائق ماحول پیدا کیا، رعایا کی دلجوئی کے وسائل اختیار کیے خصوصاً عیسائیوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا اور ان کے مقدموں کو ان کے مذہب کے مطابق فیصلہ کرنے کا رواج دیا۔“ ۸

مؤلف مختصر تاریخ اسلام رقم طراز ہیں:

> ”عیسائی اور یہود اس کی حکومت سے خوش تھے۔ عیسائی موروثی مزارعین اور غلاموں کو اپنے جاگیرداروں اور آقاؤں کے ظلم وستم سے نجات ملی، عوام کو ان کے بنیادی حقوق ملے جن سے وہ عیسائی حکومت میں محروم تھے، علم وحکمت کا دور شروع ہوا اور صنعت وحرفت کو ترقی ہوئی، عبد العزیز نے حکومت کا نظم ونسق چلانے کے لیے ایک مجلس شوریٰ قائم کی محکمہ مالیات کی بنیاد

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

رکھی، دیوانی اور فوجداری قوانین کو آئین اسلامی کے مطابق نافذ کیا، عدلیہ قائم کی اور عیسائیوں کے مقدمات کا فیصلہ کلیسیائی عدالتوں میں ہوتا رہا ان تمام انتظامات کی وجہ سے ہر جگہ امن و سکون اور عدل وانصاف کا دور دورہ ہو گیا۔''۹

خلیفہ ہارون الرشید کے غیر مسلموں سے معاہدات

بین الاقوامی تعلقات کے حوالہ سے عہد بنو عباس کے اہم ترین خلیفہ ہارون الرشید کا ذکر نہ کرنا بھی ناانصافی کے مترادف ہے بلکہ موصوف کا ذکر خلافتِ بنو عباس میں ایک اہم ستون کی حیثیت سے کیا جاتا ہے کمی کوتاہی تو ہر انسان میں ہوتی ہے تاہم جن کی خوبیاں ان کی خامیوں پر غالب آجائیں عموماً اچھے گردانے جاتے ہیں۔

خلیفہ ہارون الرشید نے اپنے دورِ خلافت میں غیر مسلموں سے بھی خوشگوار تعلقات قائم رکھے اور مذہبی رواداری کے قائل تھے۔ الا یہ کہ اگر کوئی اسلامی بنیادی حکم سے متصادم امر ہوتا تو اس ضمن میں رعایت ومعافی دینے کے قائل نہ تھے۔ ان کی مذہبی رواداری کے بارے میں نظیر موجود ہے:

''ایک دن شکار کی غرض سے ایسے علاقہ میں پہنچ گیا جہاں ایک عیسائی راہب کی خانقاہ تھی اس کی فیاضی اور انتظام کو دیکھ کر ایک ہزار دینار بطورِ انعام دیے اور اس کی خانقاہ کے متعلق جو مزروعہ زمین تھی یا باغات تھے ان کا کل محصول اور لگان سات برس کے لیے معاف کر دیا۔''۱۰

خلیفہ ہارون کے رومی امراء سے تعلقات

عباسی خلفاء میں ہارون الرشید کا عہد حکومت دولتِ عباسیہ کے عروج وترقی کا دور شمار کیا جاتا ہے ان کے عہد میں تعلقات خارجہ کے حوالہ سے ابن خلدون نے اپنی تاریخ میں ضمناً کچھ روایات ذکر کی ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

''۱۸۹ھ میں خلیفہ ہارون نے ان دنوں جب وہ رے میں تھا شروین قارن، تداہرمز، جدماز یار اور دیلم کے گورنر مرزبان بن جستان کو امان عطا کی اور حسین خادم کے ذریعے امان نامہ لکھ کر طبستان کی طرف روانہ کیا۔ چنانچہ مرزبان اور تداہرمز امان نامہ پاتے ہی دربارِ خلافت میں حاضر ہوئے۔ خلیفہ نے نہایت اعزاز واحترام کے ساتھ انھیں اپنا مہمان بنایا۔ انعامات و صلے عطا کیے۔ تداہرمز اور مرزبان نے اطاعت وفرماں برداری کا اقرار واعتراف کر کے شروین کا

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

خراج ادا کرنے کا ذمہ بھی لیا۔"[۱۱]

اس اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ عباسی خلفاء نے بھی اپنے پیش رو مسلم حکمرانوں کی روایات کو برقرار رکھا اور امن کے خواہاں اقوام سے دوستی کا ہاتھ بڑھایا اور مفتوحہ اقوام سے بھی رواداری اختیار کی اور جب ان اقوام نے اطاعت قبول کر لی تو ان کے جان و مال کی حفاظت کی ذمہ داری قبول کی اور ان معاہدات کے تحت امن و امان قائم کرنے کے حوالے سے ہمیشہ ہمیشہ یہی بنیادی مقصد پیش نظر رکھا جو اسلام کی روح ہے اور آپؐ کے اسوۂ حسنہ سے واضح ہے۔

یہی بنیادی وجہ تھی کہ مسلم امراء اور خلفاء نے اپنے مفتوحہ افراد اور ہمسایہ ممالک سے حتی الامکان امن و امان قائم کرنے کی کوشش کی اور انھیں وقتاً فوقتاً انعام و اکرام سے بھی نوازتے رہے اور ضرورت پیش آنے پر ان کی اخلاقی و مالی معاونت بھی کی، اس کے ساتھ ساتھ ماخذ اس بات کی بھی نشاندہی کرتے ہیں کہ مسلم حکمرانوں نے اپنے غیر مسلم ہمسایہ حکمرانوں سے تحائف وغیرہ کے تبادلہ بھی کیے جن سے ان کی دلجوئی مقصود ہوتی ہے اور اسلام کے عالمگیر امن کے قیام سے روشناس کرانا بھی مقصود ہوتا تھا۔

جعفر بن معتضد المقتدر باللہ (۲۹۵ھ)

مسلمان حکمران کی یہ روش رہی ہے کہ جب بھی کسی غیر مسلم حکمران نے صلح کا ہاتھ پھیلایا فوراً ہی صلح پر آمادہ ہو گئے اور یہی آپؐ کے اسوۂ حسنہ سے ہی سیکھا تھا۔ کیونکہ اسلام ایک امن پسند، امن پذیر معاشرہ کے قیام کا خواہاں ہے۔ چنانچہ دور عباسی کے خلیفہ جعفر کے دور میں بھی اس قسم کی روایات ملتی ہیں:

علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں:

> "۳۰۵ھ بادشاہ روم کے دو سفیر صلح اور آپس میں فدیہ دینے کی غرض سے دار الخلافت آئے وزیر السلطنت نے نہایت عزت و احترام کے ساتھ ملاقات کی......اگلے دن دربارِ خلافت میں خلیفہ کے سامنے پیش کیے گئے تو اس وقت دربارِ خلافت کا عجیب منظر تھا۔ خلیفہ نے گورنر روم کی درخواست منظور کر لی اور مونس (سپہ سالار فوج) کو صلح کرنے اور فدیہ دینے کے لیے روانہ کیا اور یہ حکم صادر کیا جس شہر میں مونس داخل ہو واپسی تک اس شہر کا گورنر مونس کو سمجھا جائے، فوج کے لیے جو مونس کے قافلہ میں تھی رسد اور غلے کا ذخیرہ کافی مقدار میں فراہم کیا گیا تھا، بائیس لاکھ دینار مسلمان قیدیوں کو فدیہ دینے کے لیے مونس کے ساتھ بھیجا۔"[۱۲]

درج بالا بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ روم کا بادشاہ جب صلح و آشتی کا پیغام مسلمان حکمران کے پاس ارسال

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

کرتا تو مسلم حکمرانوں نے بغیر حیل و حجت کے نہ صرف صلح کے لیے آمادگی ظاہر کی بلکہ اپنی مسرت وخوشنودی کا اظہار بھی کیا اور اس دور کے تقاضوں کے عین مطابق سفراء کو تحائف و ہدایات بھی دیے جس سے ان کے ساتھ ہمدردی ومحبت کا اظہار بھی ہوتا ہے اور اسلام کی امن پسندانہ پالیسی کی عکاسی بھی ۔ امن عالم اور ہمسایہ ریاستوں کے معاملات میں عدم مداخلت اسلامی ریاست مملکت اور خصوصاً بنوعباس کی واضح خارجہ پالیسی اور اس کا ایک نمایاں مقصد نظر آتا ہے۔

دولتِ فاطمیہ

۲۹۷ھ تا ۵۶۷ھ/۹۰۹ء سے ۱۱۷۱ء بلادِ مغرب (افریقہ) میں صیقلہ (سسلی) میں اور مصر میں فاطمی حکومت قائم رہی یعنی قمری تقویم کے حساب سے ۲۷۰ سال اور شمسی کیلنڈر کے حساب سے ۲۶۲ سال تک فاطمی خاندان کے فرماں رواؤں کو ڈھائی سو سال سے زیادہ اور پونے تین سو سال سے کم مدت تک حکومت کرنے کا موقع ملا۔ معاشرتی، انتظامی، حربی اور تعمیری وغیرہ اعتبار سے جو نقوش چھوڑے ہیں وہ قابل ذکر ہیں۔

مذہبی رواداری

فاطمی حکمرانوں میں کثیر خامیوں کے باوجود ان میں ایک خصوصیت یہ رہی ہے کہ انھوں نے باہمی طور پر خواہ کتنے ہی ایک دوسرے کے حقوق پامال کیے ہوں لیکن غیر مسلموں کے ساتھ کبھی زیادتی نہیں کی بلکہ ان کے ساتھ رواداری کا برتاؤ کیا۔ موسیو لیبان لکھتے ہیں:

> ''جو امور عام معاشرت سے متعلق تھے مثلاً معاملات جائیداد، وراثت وغیرہ وغیرہ ان کو عربوں (فاطمیوں) نے اس عمدگی سے رسم ورواج کے مطابق ٹھہرا دیا تھا کہ نارمن بھی بالالتزام انھی قواعد کی پابندی کرتے رہے۔'' عربوں کی حکومت میں عیسائیوں کو مذہب و رسم و رواج اور قانون کی پوری آزادی ملی ۔ ایک راہب جو پلرمو کے کلیسا کا قسیس ہے لکھتا ہے کہ پادریوں کو پوری آزادی تھی کہ وہ اپنا مذہبی لباس پہن کر بیماروں کو تسلی دینے کے لیے جایا کریں۔ ایک دوسرا قسیس مورو کولی بیان کرتا ہے کہ مسیان میں عام رسومات مذہبی کے وقت دو جھنڈے کھڑے ہوتے تھے ایک جھنڈا مسلمانوں کا اور دوسرا عیسائیوں کا، فتح کے وقت جتنے کلیسا موجود تھے قائم رکھے گئے البتہ اندلس کی طرح یہاں نئے کلیسا بنانے کی اجازت نہ تھی۔''[۱۳]

مسٹر سکاٹ لکھتے ہیں:

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

''عرب جاہلیت کے قصائد اور نظمیں نہ صرف پلرمو (بلرم) میں بلکہ ہمسایہ شہر روم میں اسی قدیم شان اور لب ولہجہ میں پڑھی جاتی تھیں اور مسلمان اور غیر مسلمان دونوں تحسین، آفریں کہتے اور داد دیتے تھے۔''۱۴

''مسلمانوں نے اپنی زبان کی اشاعت میں قومی عصبیت نہیں برتی انھوں نے نہایت فراخ دلی سے صقلیہ کی قدیم زبانوں کو بھی زندہ رکھا چنانچہ صقلیہ کے پورے اسلامی دور میں وہاں کی قدیم زبانوں میں سے لاطینی اور یونانی رائج رہیں اور ہر شخص آزاد تھا کہ وہ جس زبان کو چاہے استعمال کرے۔ چنانچہ یہ دونوں زبانیں تحریری زبان کی حیثیت سے اسلامی عہد حکومت میں استعمال ہوتی رہیں۔''۱۵

فاطمی حکومت فرقہ واریت سے بھی بلند تھی، تاریخ صقلیہ کے مؤلف رقم طراز ہیں:

''اگرچہ صقلیہ میں تقریباً سو برس تک شیعی حکومت قائم رہی لیکن فرقہ وارانہ حیثیت سے اس کا کوئی اثر مرتب نہیں ہوا نہ حکومت نے کبھی شیعیت کو فروغ دینے کی کوشش کی نہ رعایا نے اس کی جانب مذہبی حیثیت سے تنفر یا میلان کا اظہار کیا جس طرح وہ اہل سنت تھے اپنے عقائد پر قائم رہے۔''۱۶

صقلیہ میں فاطمیوں کی حکومت عیسائی حکومت سے زیادہ منصف اور روادار تھی۔

''دربار قسطنطنیہ کے محاصل بہ نسبت مسلمانوں کے جزیہ کے بہت سخت تھے، مسلمانوں کا ایک محصل ایک مقررہ وقت پر آ کر جزیہ وصول کر کے لے جاتا تھا اور دربار قسطنطنیہ کا تقاضائے بدقائم رہتا تھا۔''۱۷

جب فاطمیوں کا دور آیا تو حکومت کا مذہب شیعی قرار پایا، کلیسہ کے عہدہ قضا پر سنی المذہب علماء مقرر ہوئے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حکومت کے شیعی المذہب ہونے کے باوجود یہاں سنی المذہب کے قوانین نافذ تھے۔۱۸

اسلامی حکومت نے صقلیہ کے عیسائیوں کے لیے علیحدہ عدالتیں قائم کی تھیں اور ان کے خاص نوع کے مقدمات انھی عدالتوں میں پیش ہوتے تھے اور انھی کے اپنے مذہبی قوانین کے مطابق فیصلے ہوا کرتے تھے۔

''ان امور میں جو عام فوائد ملکی سے متعلق نہ تھے، عیسائی خود اپنے قانون کے پابند اور اپنے احکام کے ماتحت تھے، پرانے یونانی حکام فوجداری جنھیں سٹراٹیج کہتے تھے اب تک قائم

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

تھے اور نہ فقط ان کے فرائض اور حقوق مثل سابق برقرار تھے بلکہ ان کا نام تک نہیں بدلا گیا تھا۔''[۱۹]

مسٹر سکاٹ لکھتے ہیں:

''صقلیہ کے عیسائی باوجود تعصب اور مذہبی وقومی مخالفت کے اور باوجود اس کے وہ اپنے دشمنوں کے ہاتھوں شدید ترین نقصان اٹھاتے تھے، مسلمانوں کی عادلانہ حکومت کو اچھی نظر سے دیکھنے لگے تھے، خصوصاً قسطنطنیہ کے طماع وجابر حکومت کے مقابلے میں جب رعایائے بازنطین اپنی حالت کا مسلمانوں کی عیسائی رعایا کے حالات سے موازنہ کرتے تو اپنے کو ناخوشگوار حالات میں پاتے مسلمانوں کی عیسائی رعایاؤں پر رشک کرتے، مسلمانوں نے جو محاصل لگان تھے وہ قانون کی رو سے مقرر تھے جن میں کمی وبیشی نہیں ہوسکتی تھی وہ مداخلت کے خوف وخطر کے بغیر اپنے مذہبی مراسم ادا کرسکتے تھے اور اپنی تمدنی حالت پر قائم رہ سکتے تھے۔''[۲۰]

فاطمیوں کا دستور رواداری آغاز ہی سے نافذ تھا

مہدی نے مذہبی آزادی کا اعلان کردیا اور احکام جاری کیے کہ کسی کو اسماعیلیت پر مجبور نہ کیا جائے، ہر شخص کو اپنے مذہب پر قائم رہنے کی آزادی حاصل ہے۔

مسلم حکمرانوں نے جو غیر اقوام سے رویہ رکھا اس کی وسیع ظرفی کا غیر مسلم مورخ بھی اعتراف کرتے نظر آتے ہیں۔ یہاں تک کہ مسٹر سکاٹ کے مطابق جب ملحقہ ریاستوں کے عیسائی رعایا مسلم ریاست کے عیسائیوں کے حقوق کا موازنہ کرتے تو ان پر رشک کرتے تھے کہ اپنے غیر مذہب حکمرانوں کے زیر سایہ آزادانہ، خودمختار اور بہتر زندگی بسر کررہے ہیں۔ یہی اسلام کی مذہبی رواداری عمدہ نظائر ہیں کہ غیر بھی اپنے تمام تر تعصّبات کے باوجود اس حقیقت کا انکار نہیں کرسکے کہ مسلم حکمرانوں نے غیر مسلم اقوام کے بنیادی انسانی حقوق کا تحفظ کیا۔

ہندو مسلم تعلقات

محمد بن قاسمؒ نے ابتداء کی:

اگرچہ سندھ پر عربوں کی حکومت رسمی طور پر دہلی سلطنت کا حصہ نہیں سمجھی جاتی اور محمد بن قاسمؒ نے یہاں مستقل حکمران کی حیثیت سے نہیں بلکہ امیہ خلافت کے ایک گورنر کی صورت میں یہاں نظم ونسق کی ذمہ داری

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

انجام دی الیکن حقیقت یہ ہے کہ سندھ میں ان کی حکومت کو اس سرزمین میں مسلمانوں کی اولین حکومت کی حیثیت سے ایک خاص مقام حاصل ہے۔

یہیں سے اس ملک میں اسلامی تہذیب وتمدن کے فروغ کا سلسلہ جاری ہوا اور دوسرے علاقوں میں مسلم حکومت کی قیام کی راہیں ہموار ہوئی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ ہندوستان کے ایک خطہ میں حاکم ومحکوم کی صورت میں مسلموں اور غیر مسلموں میں تعلقات قائم ہوئے اور سماجی ومعاشی زندگی میں وسیع پیمانہ پر ان میں روابط جاری ہوئے۔

''واقعہ یہ ہے کہ محمد بن قاسم نے ہندوؤں کے ساتھ تعلقات ومعاملات میں روادارانہ اور منصفانہ طرز عمل اختیار کیا وہی بعد کے حکمرانوں کے لیے نمونہ بن گیا اور تاریخی شواہد سے یہ بات ثابت ہے کہ سلاطین دہلی اور مغل بادشاہوں نے اسی قانونی حیثیت (ذمی) کو تسلیم کیا جو محمد بن قاسم کے زمانہ میں علماء وقت کے مشورہ سے متعین ہوئی اور پھر اس کے مطابق ان کے ساتھ برتاؤ کیا۔''۲۱

محمد بن قاسم کے مقامی باشندوں کے ساتھ خوشگوار تعلقات اور حسن سلوک کے بارے ذکاءاللہ نے ذیل کے الفاظ میں ایک جامع تبصرہ کیا ہے:

''اگرچہ محمد بن قاسم کی نوعمری اور شباب کا عالم تھا مگر وہ بڑا مدبر اور شجاع تھا، شمشیر اور تدبیر دونوں سے کام لیتا تھا اگر اتفاقیہ کہیں شمشیر سے کچھ ستم کیا تو تدبیر سے اس کی مکافات بھی ضرور کی، اگر کہیں بتوں کو توڑا تو اس کے ساتھ بت خانوں کی مرمت کرنے کا حکم بھی دے دیا، اگر کہیں لوٹ مار سے دشمنوں کو خستہ حال کیا تو ان کو بیت المال سے معاوضہ بھی دلایا اور قدیم قاعدہ جو ہندوؤں کا تھا کہ قرض مال گدازی میں سے تین فیصد خزانہ شاہی میں اس لیے داخل کرتے تھے اس روپیہ سے برہمنوں کو خدمات کا معاوضہ دیا جائے وہ اس نے بدستور قائم رکھا یہاں جو شخص ہندی، سندھی ذی لیاقت اس کو ملا اس کی قدرشناسی کی بلکہ یہاں کے لائق آدمیوں کو اس نے ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالا اور سرفراز کیا، اس نے یہاں کے وزیروں کو وزیر اور مشیر اپنا مقرر کیا اور اپنے پاس ان کو رکھا غرض مردم شناسی اور دلجوئی اس پر ختم تھی، دشمنوں کے ساتھ اس نے جو نیک سلوک کیے تھے وہ کم ہی کوئی کیا کرتا ہے۔''۲۲

اس میں شک نہیں ہے کہ اکثر ہندو مؤرخین مسلمانوں کے عہد کی تاریخ لکھتے وقت اپنے ذاتی تعصب

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

میں بہہ جاتے ہیں اور قومی جذبات سے مغلوب ہو جاتے ہیں تاہم ان کے قلم سے بھی بعض مقامات پر تعریفی الفاظ نکل جاتے ہیں۔ تاریخ اورنگزیب کے مؤلف مسلمانوں کی رواداری کے سلسلہ میں ایک ضمنی بحث میں لکھتے ہیں:

> ''شروع شروع کے عرب فاتحوں نے خصوصاً سندھ کے فاتحوں نے یہ عقلمندانہ اور مفید حکمت عملی اختیار کر رکھی تھی کہ وہ غیر مسلموں کی عبادت گاہوں اور مذہبی مراکز کو مطلق نہ چھیڑتے جب وہ کسی شہر پر قبضہ کر لیتے تو وہاں کی غیر مسلم آبادی کو اسلام قبول کرنے کو کہتے اگر وہ قبول کر لیتے تو ان کو وہی حقوق حاصل ہوتے جو فاتحوں کو ہوتے ورنہ پھر ان کو جزیہ ادا کرنا پڑتا جس کے بعد ان کو اپنے مذہبی مراسم ادا کرنے کی آزادی ہوتی۔'' ۲۳

یہ امر مسلم ہے کہ سلطان برقوق اور سلطان ابوالعباس احمد بن محمد بن ابوبکر کے آپس میں دوستانہ تعلقات پیدا ہو چکے تھے اور ایک دوسرے کو تحائف بھی بھیجا کرتے تھے۔ ۲۴

آل ایوب کی مصر وشام میں حکومت

علی بن اشرف المنصور کے پڑوسی ممالک سے حسن سلوک اور بہتر تعلقات قائم کرنے کی غرض سے علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں:

> ''افریقہ کا بادشاہ موحدین کے حکمران گھرانے سے تعلق رکھتا تھا اس کا نام احمد بن محمد بن ابوبکر بن یحییٰ بن ابراہیم ابوزکریا تھا (علامہ ابن خلدون) میں نے افریقہ کے سلطان سے درخواست کی کہ مصری سلطان سے اچھے تعلقات استوار کیے جائیں اور ایک دوسرے کو تحائف ارسال کیے جائیں۔'' ۲۵

ابن خلدون کے تبصرہ سے واضح ہوتا ہے کہ آل ایوبی کے حکمرانوں نے بھی اپنے ہمسایہ ممالک و دیگر ریاستوں کے حکمرانوں سے خوشگوار تعلقات قائم کرنے کی حتی الوسع کوشش کی اور اپنی امن پسندانہ پالیسی کا اظہار کیا۔

سلاطینِ دہلی

جوامع الحکایات ولوامع الروایات میں ہے:

> ''امیر نصر جو خراسان کا امیر تھا اور محمود (غزنوی) کا چہیتا بھائی تھا ایک بار وہ سلطان کے

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

پاس ٹھہرا ہوا تھا اس کے زین خانے سے ایک جڑاؤ لگا چوری ہوگئی چوری پکڑی گئی تو چور ایک ادنی درجہ کا ملازم تھا جو ہندو تھا امیر نے حکم دیا کہ اس کو باندھ کر بیس کوڑے لگائے جائیں۔ سلطان کو یہ معلوم ہوا تو اس کو بہت دکھ ہوا، اس نے امیر نصر کو کہلا بھیجا کہ ہماری موجودگی میں ہمارے غلاموں کو تازیانے سے پٹواتے ہو اور ہماری ناراضگی کی پرواہ نہیں کرتے، اس کے بعد ایک ماہ تک اس کو اپنے حضور میں آنے کی اجازت نہیں۔''۲۶

جب نہر والا یعنی انہلواڑہ کی فتح میں ناکام ہونے کے بعد اپنے جنگی انتقام کے بارے غزنین میں مقیم ہو کر سوچ رہا تھا کہ تو کسی نے عرضی لکھ کر بھیجی کہ نہر والاہ میں ایک مشہور سوداگر وسالہ ابھر ہے جو اب لاکھوں کا مال لے کر غزنین میں آیا پڑا ہے اگر بادشاہ سلامت چاہیں تو اس مال کو ضبط کر کے خزانے میں بھجوایا جا سکتا ہے۔ اس سے نہ صرف خزانہ معمور ہوگا بلکہ شاہی شان وشوکت میں اضافہ ہوگا۔

سلطان نے عرضی کے پیچھے پشت پر لکھ دیا کہ:

''وسالہ ابھر کا یہ مال اگر نہر والہ میں ہوتا اور وہاں پر اس پر قبضہ کیا جاتا تو ہمارے لیے حلال ہوتا لیکن غزنین میں اس مال پر قبضہ کرنا ہمارے لیے حرام ہے کیونکہ وہ میری پناہ میں ہے۔''۲۷

غیاث الدین بلبن کی رواداری (۱۲۸۷ء تا ۱۲۶۵ء)

غیاث الدین کے دور میں ہندو مسلم تعلقات میں خوشگواری پیدا ہوگئی تھی اس دور کی رعایا پروری اور عدل وانصاف اور مذہبی رواداری کے متعلق صرف ایک کتبہ سے ہی واضح ہوتی ہے جو سنسکرت میں تحریر ہے اور دہلی کے آثارِ قدیمہ کے عجائب گھر میں موجود ہے اس میں تاریخ ۱۳۳۷ھ بکرمی (بمطابق ۱۲۸۰ء-۱۲۸۱ء) درج ہے اس میں غیاث الدین بلبن کے متعلق ذیل کی عبارت درج ہے:

''بادشاہ کی حکومت شاندار اور قابل تعریف ہے......اس بادشاہ کی خدمت میں جو متعدد راجے آتے جاتے ہیں ان کے مکٹوں سے گرے ہوئے جواہرات کی چمک دمک کھل جانے سے سارا ملک جگمگا رہا ہے جب سے سلطان ذیشان نے دنیا کا بوجھ اپنے کندھوں پر لیا ہے دنیا کو سہارا رکھنے والے شیش ناگ دھرتی کے بوجھ سے سبکدوش بیٹھے ہیں۔ اور وشنو بھگوان ان کی نگہبانی کا خیال چھوڑ کر اطمینان سے دودھ کے سمندر پر محو استراحت ہیں......اس سلطان کے عہد معدلت میں......دہلی کا شہر خوش حال اور فارغ البال ہے یہ شہر دھرتی ماتا کی طرح بے شمار

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

جواہرات کا خزانہ ہے، شورگ دھام کی طرح عیش وعشرت کا ٹھکانہ ہے، پاتال کی مانند شہزور ونتوں کا مسکن ہے اور مایا کی طرح دل کش اور دل فریب ہے۔'' ۲۸

فیروز شاہ تغلق

سلطان فیروز شاہ تغلق اگر ہندوؤں کے مذہبی عقائد میں کوئی اصلاح کرنے کی کوشش کرتا تو اس کو یہ حق خود اسلامی قوانین کے لحاظ سے نہ تھا۔ اس کی خواہش ضرور رہی کہ غیر مسلم زیادہ سے زیادہ دائرہ اسلام میں داخل ہوں اس کے لیے اس نے تحریص وترغیب بھی دلائی لیکن جبر اختیار نہیں کیا وہ لکھتا ہے کہ میں نے اہل ذمہ کو دین کی رغبت دلائی اور اعلان کیا کہ ان میں سے جو کوئی توحید کا کلمہ پڑھے گا اور دین اسلام قبول کرے گا اس کا جزیہ معاف ہو جائے گا اس کو بہت سے انعامات دیے جائیں گے اس اعلان کے بعد بکثرت ہندو مسلمان ہوئے۔ ۲۹

سلاطین دہلی کی مذہبی رواداری پر غیروں کی شہادت

سلاطینِ دہلی کی تاریخ صرف خون آشام ہی نہیں بلکہ اس میں رواداری، فراخ دلی، وسیع ظرفی، دلجوئی، انسانیت نوازی اور مساوات وعدل کے روشن پہلو بھی ہیں جس کا اعتراف غیر مسلم مؤرخین نے بھی کیا ہے۔

ذیل میں چند ہندو مؤرخین کے اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں جن سے سلاطین دہلی کے غیر اقوام سے خوشگوار تعلقات اور مذہبی رواداری کی عکاسی ہوتی ہے۔ ڈاکٹر تاراچند لکھتے ہیں:

> ''جب مسلمانوں کی حکومت ہندوستان میں قائم ہوئی تو ہندوؤں کو مختلف عہدوں پر مقرر کرنا ضروری قرار دیا، محمود غزنوی کی فوج میں بکثرت ہندو سپاہی تھے۔ جب قطب الدین ایبک نے ہندوستان میں رہ کر حکومت کرنے کا فیصلہ کیا تو اس نے ملکی نظام کو چلانے کے لیے ہندوؤں کو ہی مقرر کیا...... مسلمان ہندوستان آئے تو اس کو انھوں نے اپنا وطن بنایا وہ ہندوؤں کے گرد رہتے تھے اس لیے دائمی مخاصمت وعناد کے ساتھ ان کے لیے زندگی بسر کرنا ممکن نہ تھا۔ اس باہمی میل جول نے ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش کی بہت سے ہندوؤں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔۔ ہندو مسلم دونوں نے ایک ایسا طرز زندگی اختیار کرنے کی کوشش کی جس سے دونوں اچھے ہمسایہ کی طرح زندگی بسر کر سکیں۔'' ۳۰

سیاسی نظام کی اچھائی اور برائی کا انحصار غلبہ واقتدار کی قوت پر نہیں بلکہ ملک کے اچھے نظم ونسق پر ہے لیکن

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

ملک کا نظم ونسق ہر زمانہ کے لیے یکساں نہیں ہوسکتا بلکہ زمانہ اور ماحول کے ساتھ بدلتا رہتا ہے۔اس لیے مغلوں سے پہلے سلاطین دہلی نے جو نظم ونسق قائم کیا اس کو اسی زمانہ کے معیار کے مطابق پرکھنا چاہیے۔ یہ سلاطین ہندوستان میں فاتح بن کر ضرور داخل ہوئے لیکن مفتوحین سے ان کا میل جول جیسے جیسے بڑھتا گیا ان دونوں کے جنگجویانہ جذبات مٹ کر خوشگوار تعلقات پیدا ہوتے تھے۔ معاشرتی اور ثقافتی امتزاج کے ساتھ سیاسی تعلقات بہتر ہونا ضروری تھا، اس لیے مسلمان حکمران بلبن کے زمانہ سے بابر کے زمانہ تک ان فرماں رواؤں کی یہی کوشش رہی کہ حکومت کی سرحدوں کو توسیع کرنے کے ساتھ ملک کے عام نظم ونسق میں ترقی ہوتی رہے۔[۳۱]

کے۔ ایم۔ پنیکر لکھتے ہیں:

> ''اس کو تسلیم کرنا صحیح نہیں کہ (سلاطین دہلی کے عہد میں) ہندوؤں کے ہاتھ سے تجارت چھین لی گئی تھی، مسلمان حملہ آور فوجی ہی رہے، وہ تجارت کو پسند نہ کرتے تھے۔ ہندوستان کا تجارتی کاروبار، ہنڈی اور قرض کے ذریعے ہوتا تھا۔...... ہندو سوسائٹی جوں کی توں محض اس لیے رہی کہ حکومت کا مقامی نظم ہندوؤں ہی کے ہاتھوں میں رہا اور اونچے عہدیدار تو مسلمان ہوتے لیکن نیچے کے تمام عہدے ہندوؤں کو دیے جاتے اسی نظام کی بنیاد پر التمش اور علاؤالدین خلجی دونوں نے ایک مختصر مدت میں امن بحال کر کے اپنی اپنی حکومتوں کی عمارتیں کھڑی کر لیں اور اسی نظام کی بدولت صوبائی گورنر قلیل فوج کی مدد سے آسانی سے صوبوں میں حکومتیں قائم کر لیتے۔''[۳۲]

سلطان محمد تغلق کے عہد پر تبصرہ کرتے ہوئے پورنظام سلطنت کا مطالعہ کیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ مسلمانوں کی حکومت اب ایک مرتب شکل میں ہوگئی تھی مسلمانوں کی فوج سے وہ پہلا سا متعصّبانہ جوش وخروش بھی جاتا رہا ان کے برتاؤ میں سختی باقی نہیں رہ گئی تھی زندگی جب پرامن ہوگئی تب سیاسی فرائض کی نوعیت بھی بدل گئی اور ترقی پسند خیالات بھی پیدا ہونے لگے۔ ہندوؤں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جانے لگا حکمران طبقہ کو رواداری اور معاشرتی یگانگت کا احساس پیدا ہونے لگا، ایک ترقی یافتہ سلطنت میں طرح طرح کے مسائل اٹھتے رہے جس کی وجہ سے ایک حکمران کو ایسی پالیسی اختیار کرنی پڑی کہ وہ خود بھی رہے اور دوسروں کو بھی رہنے دے۔ اسی لیے سلطان محمد تغلق نے ہندوؤں کے ساتھ کوئی نازیبا روش نہیں اختیار کی بلکہ اس نے ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا ان کو عہدے دیے اس نے ستی کو رکوادیا جو اس کی روشن خیالی کی دلیل ہے۔

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

ڈاکٹر ایشورٹوپا...... فیروز شاہ تغلق کے عہد پر یوں تبصرہ کرتے ہیں:

''فیروز شاہی عہد میں عدل و انصاف کی حکومت تھی کسی شخص کو بھی دوسرے پر ظلم، تعدی کرنے کا حق نہ تھا تمام ملک میں مکمل امن وسکون تھا ایسے حالات پیدا کیے گئے کہ لوگوں کی زندگی میں خود بخود ترقی پیدا ہوتی گئی اعلیٰ و ادنیٰ ہر طبقہ کے لوگ مطمئن اور مسرور زندگی بسر کرنے لگے، چیزوں کی فراوانی تھی جو سستے داموں میں ملتی تھیں اس لیے عام رعایا قانع و دولت مند ہو گئی۔''۳۳

اے سی چٹرجی لکھتے ہیں:

''آٹھویں صدی سے بارہویں صدی عیسوی تک بنگال پر پال خاندان کی حکومت تھی جو بودھ مت کا پیرو تھا اس زمانہ میں نیچ ذات کو بڑی آزادی تھی جس حسین خاندان کے لوگ جنوب کی طرف بنگال میں داخل ہوئے تو اپنے ساتھ ہندومت اور اس کی تمام معاشرتی پابندیاں بھی لے آئے جن سے نیچ ذاتوں کے جذبات کو ہمیشہ ٹھیس لگتی تھی، اور جب بارہویں صدی میں اسلام آزادی اور مساوات کا ڈنکا بجاتا ہوا بنگال پہنچا تو عوام کی طبیعتیں خود بخود اس کی طرف مائل ہو گئیں لوگ جوق در جوق مسلمان ہوتے چلے گئے۔''۳۴

مزید لکھتے ہیں:

''گرد و پیش سے دلچسپی لینا اور ان کو اپنی مخصوص نوعیت کے مطابق نئی صورت دے دینا اسلام کا کمال ہے۔...... وہ روحانی قوت جس نے معمولی ہاتھ پاؤں کے انسانوں کو ہیبت آفرین اور جاں باز بنا دیا تھا، عصر حاضر میں بھی کارہائے عظیم ظہور میں لا سکتی ہے اسلام کی تعلیم کسی مخصوص جماعت کی ملکیت نہیں، ساری دنیا اس کی مشترک وارث ہے۔ ہندوستان میں اسلام کی کامیابیوں سے صرف مسلمانوں کو ہی تعلق نہیں بلکہ ساری ہندوستانی قوم کو اس پر فخر ہو سکتا ہے۔''۳۵

اسلامی سربراہن مملکت کے طرز حکومت سے واضح شواہد ملتے ہیں کہ عہد خلافت راشدہ سے لے کر سلاطین دہلی تک کے مختلف اسلامی مملکتوں کے متعدد سربراہوں کے عہد میں بین الاقوامی تعلقات کی بنیاد امن و امان قائم کرنے کی بنیادی اصولوں پر قائم رہی ہے اور اسلامی مملکت کے سربراہوں نے اپنی اپنے عہد میں دیگر امور مملکت سرانجام دینے کے ساتھ ساتھ دیگر اقوام سے خوشگوار تعلقات قائم کرنے کو اپنا بنیادی فریضہ قرار دیا،

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

قرآنِ مجید کے رہنما اصولوں کی روشنی میں ''اسوہ حسنہ'' تمام خارجہ امور کی اساس قرار دیتے ہوئے اپنے معاہد اقوام پڑوسی ممالک، غیر معاہدین اقوام اور ملحقہ ریاستوں سے امن وامان قائم کرنے کی غرض سے ہی اسلام کی عالمگیر امن پسندانہ پالیسی کے بنیادی احکامات پر قائم رہے۔ یہی وجہ ہے کہ غیر مسلموں کے ساتھ بھی جو حسن سلوک، رواداری، مذہبی آزادی روا رکھی گئی ہے اس کی نظیر تاریخ کے اوراق میں کہیں نہیں ملتی۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔ فلپ، کے ہٹی، تاریخ شام، (مترجم: شیخ عنایت اللہ) غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ص ۳۵۳

۲۔ فلپ، کے ہٹی، تاریخ شام، ص ۳۵۴

۳۔ فلپ، کے ہٹی، تاریخ شام، ص ۳۵۴

۴۔ آرنلڈ، ٹی ڈبلیو، دعوت اسلام، (مترجم: شیخ عنایت اللہ) محکمہ اوقاف پنجاب، لاہور، ص ۸۱

۵۔ دعوت اسلام، ص ۸۷

۶۔ آرنلڈ ٹی ڈبلیو، دعوتِ اسلام، ص ۸۸

۷۔ دعوت اسلام، ص ۳۱

۸۔ ندوی، ریاست علی، تاریخ اندلس، ۱/ ۴۱۵

۹۔ غلام رسول مختصر تاریخ اسلام، ص ۲۴

۱۰۔ رئیس احمد جعفری، خلیفہ ہارون الرشید، ص ۶۴

۱۱۔ ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون، ۴/ ۱۴۵

۱۲۔ ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون، ۴/ ۴۷

۱۳۔ موسیو لیبان، تمدن عرب، ص ۲۸۲

۱۴۔ سکاٹ، ایس پی، اخبار اندلس، ۲/ ۳۷

۱۵۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا، ۳/ ۳۲

۱۶۔ شہابی، انتظام اللہ، زین العابدین، تاریخ ملت، ص ۹۸

۱۷۔ سکاٹ، ایس پی، اخبار اندلس، ۲/ ۴۷

۱۸۔ شہابی، انتظام اللہ، زین العابدین، تاریخ ملت، ص ۸۰

۱۹۔ شہابی، انتظام اللہ، زین العابدین، تاریخ ملت، ۲/ ۵۹۶، ۵۹۷

۲۰۔ موسیو لیبان، تمدن عرب، ص ۲۸۲

۲۲۔ ظفر الاسلام، عہد اسلامی کے ہندوستان میں معاشرت، معیشت اور حکومت کے مسائل، اسلامک بک فاؤنڈیشن، نئی دہلی ۲۰۰۹ء، ص ۷

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

۲۳۔ ذکاءاللہ،شمس العلماء،تاریخ ہندوستان،۱/۲۴۵؛صلاح الدین،سید،ہندوستان کے عہد ماضی میں مسلمان حکمرانوں کی مذہبی رواداری،ص ۳۵

۲۴۔ صلاح الدین،سید،ہندوستان کے عہد ماضی میں مسلمان حکمرانوں کی مذہبی رواداری،ص ۳۶،۳۷

۲۵۔ ابن خلدون،تاریخ ابن خلدون،۷/۲۳۵

۲۶۔ ابن خلدون،تاریخ ابن خلدون،۷/۲۳۴

۲۷۔ صدرالدین عوفی،جوامع الحکایات ولوامع الروایات،(مترجم: اختر شیرانی)،دارالمصنفین،اعظم گڈھ،دہلی،س۔ن،ص ۸۶

۲۸۔ صدرالدین عوفی،جوامع الحکایات،۱/۴۷

۲۸۔ عبداللہ یوسف علی،ہندوستان کے معاشی حالات از منہ وسطیٰ،ص ۱۰۰

۲۹۔ فیروز شاہ فتوحات فیروز شاہی،(مترجم: عبداللہ چغتائی)،نورس،لاہور،۱۹۵۴ء،ص ۲۰؛ہندوسان کے عہد ماضی،۱/۱۰۷

۳۰۔ ڈاکٹر تاراچند،ہندوستانی کلچر پر اسلام کے اثرات،دارالمصنفین،اعظم گڈھ،دہلی،ص ۱۳۶

۳۱۔ ڈاکٹر تاراچند،ہندوستانی کلچر پر اسلام کے اثرات،دارالمصنفین،اعظم گڈھ،دہلی،ص ۳۰۴

۳۲۔ کے۔ایم پنیکر،اے سروے آف انڈین ہسٹری،مطبع نول کشور،انڈیا،ص ۱۲۸،۱۲۹

۳۳۔ کے۔ایم پنیکر،اے سروے آف انڈین ہسٹری،مطبع نول کشور،انڈیا،ص ۱۲۸،۱۲۹

۳۴۔ اے۔سی چٹر جی،اے شارٹ ہسٹری آف انڈیا،(مترجم: محمد یوسف کوکنی) مختصر تاریخ ہند،ص ۲۱۸

۳۵۔ اے۔سی چٹر جی،اے شارٹ ہسٹری آف انڈیا،(مترجم: محمد یوسف کوکنی) مختصر تاریخ ہند،ص ۲۱۸

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.